

۱۹۴۰ء

تحریک پاکستان کی ایک

احمد ستاویز

خطبہ صدارت: مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

ترتیب و تحشیہ

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

مکتبہ رضویہ، لاہور

۱۹۴۰ء

تحریک پاکستان کی ایک

اہم دستاویز



خطبہ صدارت: مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

ترتیب و تحشیہ

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

Book Series

Serial No.

Price

Date

۲۵۰
مکتبہ رضویہ، لاہور



تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز
مفتی محمد بڑھان الحق جبل پوری
جنوری ۱۹۴۰ء

ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ / اگست ۱۹۸۶ء
مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

۲۰

خوشی محمد ناصر قادری

سلیم پروسیس، لاہور

گنج شکر پرنٹرز، لاہور

۱۱۰۰

مکتبہ رضویہ ۲ سوڈھیوال کالونی ملتان روڈ لاہور ۲۵

پانچ روپے (-/۵)

واحد تقسیم کار

شہید برادرز پبلشرز، ۴۰-بی، اردو بازار، لاہور



تقدیم

(از مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی)

عمر ہادر کعبہ و بیت خانہ می نالہ حیات

تازہ بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور ملکی و ملی خدمات مسلم ہیں۔ وہ بجا طور پر عظیم رجال ملت کے زمرے میں آتے ہیں معمار پاکستان قائد اعظم علیہ الرحمۃ اور نقاش پاکستان حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی تصورات اور ملت اسلامیہ برصغیر کے حق خود ارادیت کے لئے دارالاسلام پاکستان کا مطالبہ اور اس کے لئے مسلسل جدوجہد نے جہاں فدائے ملت لسان اللہ تھیں، خطیب اسلام نواب بہادر یار جنگ، ظفر الملّت مولانا ظفر علی خاں، شہید ملت نواب زادہ لیاقت علی خاں، مجاہد ملت سردار عبدالرب نشتر جیسے سیاسی قائدین اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، دیوان سید ال رسول صاحب سجادہ نشین آجیر شریف، مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحماد قادری بدایونی، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی وغیر ہم دینی سیاسی شخصیات کا نام تاریخ استخلاص وطن میں اب زر سے لکھا جائے گا وہاں حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی ملکی اور ملی خدمات اس قدر نمایاں، اثر انگیز اور تاریخ ساز ہیں کہ ان سے آگاہی حاصل کرنا ہر ملی خادم کے لئے ضروری بن گیا ہے۔ افسوس ہے کہ نئی نسل روز بروز اپنے اکابر کے کارناموں سے بے بہرہ ہو کر اپنے ماضی سے منقطع ہو رہی ہے اور خدشہ لاحق ہونے لگا ہے کہ آئندہ نسلیں اپنی ملی تاریخ اور قومی مشاہیر سے لاتعلق ہو کر لاوارث اور مجہول حال نہ بن جائیں بلکہ

لے تحریک پاکستان میں ان حضرات کی خدمات جلیلہ سے متعارف ہونے کے لئے ملاحظہ ہو۔ اکابر تحریک پاکستان (جلد اول دوم)

از محمد صادق قصوری۔ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

میں محسوس کرتا ہوں کہ آج تک حضرت مولانا مفتی برہان الحق رحمۃ اللہ علیہ (۲۱-ربیع الاول ۱۳۱۰ھ/ ۱۳-اکتوبر ۱۸۹۲ء - ۲۰-دسمبر ۱۹۸۲ء/ ۲۶-ربیع الاول ۱۴۰۵ھ) کی شخصیت، اُن کے ملی کارناموں اور حصولِ پاکستان کے لئے اُن کے جہادِ مسلسل سے قوم کو کیوں ناواقف رکھا گیا ہے۔ چاہتے تو یہ تھا کہ اکابرِ تحریکِ پاکستان کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ کارکنوں، رضا کاروں اور مکنام خدامِ ملت کے تاریخی کردار سے قوم کو آگاہ کیا جاتے۔ یہ کام مسلم لیگ کا تھا کہ وہ تحریک کی اُن تمام شخصیات کے کردار کو اجاگر کرتی، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ ان تمام اکابر کے تذکروں میں نافرض شناسی کی اس سستی تک پہنچ گئی ہے کہ حکیم الامت اور قائدِ اعظم کے تفصیلی کارناموں کو بھی آج تک پیش نہیں کر سکی۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں سیاسی طور پر متحرک قومیت کے سراب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا وہاں گاندھی پرست مولویوں کی سوشلسٹائی منطق کا تار و پود بھی بکھیر کر رکھ دیا۔ جو لوگ قوموں کی اساس، وطنیت کو قرار دیتے تھے اور ساہواری آئرم کے مہا طمع، نصابی کے بندہ بے دام، سامری وقت موہن داس کرم چند کی لنگوٹی سے اپنے تہم کا پیوند لگا کر رام راج زیر سایہ نام راج کے دجل و تلبیس میں مبتلا ہو کر حق و باطل کے التباس سے ایک نیا فلسفہ پیش کر رہے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم و مغفور نے اقلیتی صوبے کے اندر رہتے ہوئے شیر نیستیاں بن کر اپنی گرج سے اسے تہس نہس کر دیا۔

”وار دھا اسکیم“ اور ”ودیا مندر اسکیم“ کے ذریعے اسلامی تہذیب و ثقافت کو گنگا جمنی لبادہ اوڑھانے کے خوفناک عزائمِ مشنومہ کے تارِ عنکبوت کو پرنڈے پرنڈے کر دیا۔

۱۔ جناب ابو الطاہر ذوالحسین فدّا صاحب مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ ”مہر و ماہ“ لاہور نے مفتی صاحب کی وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاجِ تحریر کیا ہے

رخصت جہاں سے آج ہیں برہان حق ہوئے

رحلت پہ اُن کی آج ہے مغموم اک جہاں

قامِ معتم حضرت احمد رضا تھے وہ

تھے اُسوۂ نبی مکرم کے وہ نقیب

آئی ندایہ عرشِ معلّے سے اے فدّا

سالِ وصال اُن کا ہے ”مغفور لائبرال“

مکتبہ رضویہ مستحق صدر التحسین و مبارک باد ہے کہ اُس نے ایک اجتماعی ملی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا عزم بالجزم کیا ہے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی خدمات قابل قدر ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے دینی اور روحانی فیوض و برکات خاص طور پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور خلیفہ خاص ہونے کی بنا پر وہ ایک نمایاں حیثیت کے مالک اور ایسا قیمتی سرمایہ ہیں جس کے بارے بقول شاعرے

تازہ خواہی و اشتن گرداغ ہائے سینہ را
گا ہے گا ہے باز خواں این قصہ پارینہ را

اُن کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کا تذکرہ روح میں تازگی اور قلب میں بالیدگی پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ جو قومیں اپنی روایاتِ ملیہ سے بے خبر رہ جاتی ہیں وہ مٹ جاتی ہیں بلکہ بقول حکیم الامت کمال حیاتِ ملیہ این است کہ ملت مثل فرد احساسِ خودی پیدا کند و تولید و تکمیل این احساس از ضبط روایاتِ ملیہ ممکن گردد۔ لے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

چہست تاریخ آے ز خود بیگانہ
استمانے قصہ افسانہ؟

این ترا از خوشتن آگہ کند
آشنائے کار و مردِ رکند

روح را سرمایہ تاب است این
جسم ملت را چو اعصاب است این

بچونچہ بر فسانت می زند
باز بر روتے جہانت می زند

غایت و مقصود یہ ہے کہ ہم موجودہ نسل کو اپنی سابقہ تاریخ سے آگاہ کریں۔ اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ پاکستان سے باہر رہ جائیں گے جس طرح سر بکف اور زر بکف میدانِ عمل میں ڈٹ کر رام راج زیر سایہ ظام راج کے افسوں کو توڑا اور بے مثال قربانیاں دے کر مظلوم مسلمانوں کی دست گیری کی۔ وہ ایسا عظیم کار نامہ ہے جو انشاء اللہ عند اللہ حسن قبولیت کی سند حاصل کرے گا اور ملتِ اسلامیہ پر صغیر پاک و ہند ان کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کر سکتی۔

”وردھا اسکیم“ کے ذریعے تعلیم کفر، کانگریس کی عقربی ذہنیت اور کانگریس کا باونواں اجلاس ترمی پوری (جس میں ہندوؤں نے اپنی نجس پر اچین تہذیب کا مظاہرہ کیا) باون ہاتھیوں کے ساتھ اصحاب فیل کی ذریت چڑھائی کر کے آئی مگر اُس کا حشر ابرہۃ الاشرم کے ہاتھیوں کا سا ہوا۔

اختتام پر انہوں نے فرمایا: ”میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدرِ اعظم قائد المسلمین سلطان زعماء ہند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں، ہمت میں، عزم و استقلال میں صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوت عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی آواز پر لبیک کہتے ہوتے، اُن کے لائحہ عمل کو جامہ عمل پہنانے کی توفیق بخشے“۔

مفتی صاحب کا سیاسی مقام و مرتبہ قائدِ اعظم کے نزدیک مسلمہ طور پر باعزت و باوقار تھا۔ وہ قائدِ اعظم کے دستِ راست تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ”قراردادِ پاکستان“ کی منظوری کے بعد ملک کے طول و عرض میں انہوں نے دورے کئے۔ سرحد، پنجاب اور سندھ میں تحریکِ پاکستان کو مقبول بنایا اور حصولِ پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے آپ کی مساعی جمیلہ کو سراہا اور شکریہ کے خطوط تحریر کئے۔ دیگر اکابر ملت کے ساتھ بھی آپ کے دوستانہ مراسم رہے۔ خاص طور پر لسانِ ملتِ خلیفہ اسلام نواب بہادر یار جنگ مرحوم (فروری ۱۹۰۵ء۔ جون ۱۹۴۴ء)، صدرِ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و مجلس اتحاد المسلمین نے آپ کے نام کئی خطوط تحریر کئے ہیں جن میں سے تین مکتوب درج ذیل ہیں:-

۲۔ فروری ۱۳۵۱ ف

(مطابق ۳۔ فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا محمد بُرہان الحق صاحب!

جبل پور

مکرمی! گرامی نامہ دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ خدا مولوی تاج الدین مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اُن کا اچھا بدل عطا فرمائے۔ ایسٹر کی تعطیلات اپریل کی غالباً چوتھی، پانچویں کو آ رہی ہیں۔ میں نے الہ آباد سے لکھنؤ اور کانپور جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس لئے

۱۔ بُرہان الحق جبل پوری، مفتی محمد: خطبہ صدارت مطبوعہ جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۱۵

ہونے۔ انشاء اللہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں انجمن سیرت النبیؐ کے زیر اہتمام جلسہ سیرت میں شرکت کی مسرت حاصل کروں گا۔

یہ سن کو خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں۔
اپنے والد محترم کی خدمت میں میرا سلام نیا پہنچائیے۔ اُمید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مفتی صاحب پر بے حد تواضع فرماتے تھے۔ آپ کو نہ صرف مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل رہا بلکہ سندِ خلافت بھی عطا ہوئی۔ مفتی صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام جیلپوری (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء — ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) کو بھی انہوں نے خلافت عطا کی تھی۔ مفتی صاحب اور ان کے والد ماجد سے اعلیٰ حضرت کے گہرے محبانہ، مشفقانہ اور بیانہ تعلقات کی جھلک مندرجہ ذیل خطوط سے ظاہر ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام صاحب دامت معالیہ و بوركات ايامہ و لیا لیا آمین، بملاحظہ عالیہ کامل النصاب جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن زین الزمن عید الاسلام عبد السلام!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

مولیٰ عزیز و جل جناب نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ و سائر اجاب کو

۱۔ مکاتیب بہادر یار جنگ (مکتوب نمبر ۵۳۳) مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۲۰
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے "اکرام امام احمد رضا" مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۸۱ء اور جناب محمد احمد قادری (کانپور) نے مکتوبات امام احمد رضا بریلوی شائع کردہ مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۸۶ء میں علی الترتیب ایسے بارہ اور اٹھارہ خطوط نقل کئے ہیں۔ نیازی

شرائرا سے اپنے حفظ و امان میں رکھے استودع اللہ تعالیٰ وفیکم و عندکم و عافیتکم و اولادکم و اموالکم و مالکم۔

برادر دینی حاجی عبدالرزاق صاحب پر اس سانحہ کے ورود سے سخت صدمہ ہوا۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ _____ عسى ربنا ان يبد لنا خيرا منها

انا الى ربنا راجعون _____ ولا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم

مولی عزوجل بمنہ و کرمہ و جاہ جیبہ و قاسم نعمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو جلد ناجی و کامیاب فرمائے اور مخالفین کو مخذول و مقہور کرے۔ آمین۔

حاجی صاحب کا کٹنی سے خط آیا ہے کہ ضمانت پر رہا ہوا ہوں، انشاء اللہ العزیز

کل اپیل کی درخواست کروں گا۔ حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ نے بہت بڑی

سعی فرمائی جو حضرت مولانا کا حق تھا، امید قوی ہے بہت جلد کامیاب ہوں گے۔

انشاء اللہ تعالیٰ کل صبح جبل پور جاؤں گا۔ _____ انتہی بلفظہ

عجب ہے کٹنی میں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ فوراً فوراً وہیں ضمانت کر لیتا۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔ _____ حاجی صاحب جبل پور ہوں گے، یہ نیاز نامہ حضرت کے

اور ان کے، دونوں کے نام ہے۔ _____ حاجی صاحب لاجول شریف کی کثرت

بے تعداد رکھیں اور ہر بار پچھری کو جاتے وقت حضرت عزوجل کی طرف متوجہ ہو کر حسبنا

اللہ و نعوذ بالوکیل کہیں اور تا ختم وقت بے گنتی اس کی کثرت رکھیں، نیز وقتاً فوقتاً

یہ دعائے جلیل کہ ارشاد حدیث ہے، پڑھیں:-

لا اله الا الله العظيم الحليم، لا اله الا الله رب العظيم،

لا اله الا الله رب السموات السبع و رب الارضين و

رب العرش الكريم اصراف عنی شرفلان فلان _____

فلاں فلاں کی جگہ حاکم اپیل کا نام لیں۔

صلوة الصلوات جامع البرکات

وقت غیر کراہت میں دو رکعت نفل، ہر رکعت میں قبل قرأت (یعنی پہلی میں

نورِ عینی و درۃ زینی جعل کا اسمہ برہان الحق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جدول مطالع البروج و جدول تعویل النہار مع تفاصیل آیتیں۔ ابھی ان کے دیکھنے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ایک شخص نے ایک رسالہ چھاپا کہ پیروں اور مزاروں کو سجدہ جائز ہے اور اس میں کتب ائمہ پر کمال افتراؤں سے کام لیا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ لکھا کہ جو مخالفت کرے، شقی، ملعون، شیطان راندہ درگاہ ہے۔

تین جگہ سے یہ رسالے یہاں آئے جس سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں میں اضطراب ہے اس کا رد لکھا گیا ہے۔ لہذا جو کچھ قریب تو ہو گیا ہے اور قدرے باقی ہے۔

زیرِ ناف اسی درد کے چار دورے شوال کی ان تاریخوں میں ہو چکے، حضرت مولانا دامت فیوضہم کی رائے اس سال میری حاضری کی نہ ہوئی اور یہاں بھی لوگ تو ناہی تھے، اب حاجی لعل خاں صاحب نے بھی ممانعت ہی لکھی ہے، تاچار اس سال جانا ملتوی رکھا، زاہد میاں سلمہ کی شادی ربنا تعالیٰ مبارک کرے۔ سب اجاب کو سلام۔

۲۵۔ شوال ۱۳۷۶ھ

نسیم الریاض آپ کے پاس کس مطبع، کس سنہ کی ہے، تحریر فرما کر بھیجیں بخیرت حضرت مولانا تسلیم مع التکریم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلہِ الْکَرِیْمِ

بشرف ملاحظہ مولانا ابجمل المکرم ذی الحجۃ الفضل والکرم حامی السنن السنیہ

راجی الفتن الدنیہ جامع الفضائل القدسیہ قانع الرذائل الانسیہ عضدی ونسی وبہجہ

نفسی جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وعلیٰ فی الدارین

درجاتہم آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ عزوجل بمنہ و کرمہ و جاہِ جمیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب کو دامنًا ابدًا اظیل
ظلیل اسمِ کریم سلام میں آفاتِ دو جہاں و امراضِ سقام و شرِ اعدائے لیام سے امن و
امان میں رکھے آمین، ع

ویرحمہ اللہ عبد اللہ قال امیتا

مولانا محمد اللہ تعالیٰ آپ کی حیاتِ گرامی سے ان تمام اقطار میں حیاتِ دین و البستہ
ہے فاحیاکو و حیاکو و کلا یفنی فحیاکو، امین۔

یہ فقیر حقیر با و صفت کثرتِ معاصی، ہر آن غیرِ محمد و دونا متناہی نعمِ ربِّ اکرم عزوجل لہ
وسیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے والحمد للہ رب العالمین
ڈھائی سال سے اگرچہ امراضِ دردِ کمر و مثانہ و سر و غیرہ امراض کا لازم ہو گئے ہیں
قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعہ عصا ہے مگر الحمد للہ کہین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے،
کثرتِ اعداء روز افزوں ہے اور حفظِ الہی تفضیل نامتناہی شامل حال، والحمد للہ رب العالمین
باین ضعفِ بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتنِ محمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل
نہیں۔ کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی۔ اللہ و رسول

جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے اور ان کے سوا کسی
کی حاجت بھی کیا ہے؟ الحمد للہ جناب کی محبت خالصاً لوجہ اللہ صمیم قلب
میں راسخ ہے، کبھی نیاز نامہ نہ لکھوں بلکہ بوجہ کثرتِ کار و افکار صحائفِ شریفہ یا عنایت
نامہاتے عربیہ بجان مولوی برہان الحق سلمہ الرحمن کا جواب بھی نہ دوں مگر محمد اللہ دل ہمیشہ
یاد میں ہے اور زبان دُعایں۔

مولانا برہان الحق کا رسالہ دربارۃ تقبیلِ قبر، مدت سے آیا ہوا ہے۔ ماشاء اللہ
بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار دربارۃ مزاراتِ طیبہ بہ لحاظ
ادب منع عوام ہے۔

غزل جس کی رویت پھولوں کی ہے۔ اکبر میرٹھی نے یہاں آکر اپنے تخلص سے
پڑھی اور شائع کی۔ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہیے۔

اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی ————— ”جب باغ جہاں کے مالی“ —
 ”مالی“ کی جگہ ”مالک“ بنایا گیا کہ مولیٰ اجل و علا کو ”مالی“ کہنا خلافِ ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادمِ
 باغ ہی ہوتا ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

مولانا برہان الحق صاحب کو سلام و دعا، سب اجبار کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفرلہ

۴۔ ربیع الآخر شریف ۳۴ھ

اکثر امورِ مہمہ میں امام احمد رضا قدس سرہ حضرت سید محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸-۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء) صدر الشریعہ مولانا امجد علی مصنف ”ہمارے شریعت“ (۱۸۷۹-۶ ستمبر ۱۹۴۸ء)، حضرت سید محمد محمد شہ
 کچھو چھوی (۱۸۹۴-۲۵-۲۵ ستمبر ۱۹۶۱ء) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مولانا مفتی برہان الحق
 صاحب جلیوڑی کو بھی اپنی نمائندگی کے لئے مقرر فرماتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی تعمیر متحدہ قومیت اور
 ابوالکلام آزاد کے سواراجی اسلام کو بے نقاب کرنے کے لئے مفتی صاحب نے قابل قدر خدمات سر انجام
 دیں۔ یہاں پر ہم مولانا ابوالکلام آزاد سے مواخذہ، محاسبہ اور علمی تعاقب کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی
 خدمات کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۴۔ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو جمعیتہ العلماء ہند کے زیر اہتمام ابوالکلام کی زبردست
 ایک کھلا اجلاس بمقام بریلی منعقد ہوا۔ اسی اجلاس میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ سوئٹرز
 سوالات بعنوان ”تمام حجت تامہ“ (۱۳۳۹ھ) شائع ہو کر اراکینِ خلافت کمیٹی تک پہنچ چکا تھا۔ ابوالکلام آزاد
 نے ان تمام کوششوں کے برعکس اعلیٰ حضرت کو جلسہ میں شرکت کی دعوت اور رفع منازعت کی دعوت بھیج دی
 اعلیٰ حضرت نے مولانا سید محمد سلیمان اشرف صاحب کی قیادت میں وفد بھیجا۔ ابوالکلام آزاد نے سید سلیمان اشرف
 کو تقریر کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنا موقف نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور تمام حجت تامہ

لے ”تمام حجت تامہ“ ایک تاریخی اور قابل قدر دستاویز ہے جو عامۃ المسلمین کی ہمیشہ رہنمائی کرتی رہے گی۔

نوٹ: سوئٹرز سوالات کی تفصیل ”دوام الخیر“ (مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی ۱۹۲۱ء) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس
 سے ہندو ذہنیت کے متعلق خوش فہمی جن نتائج کا باعث ہو سکتی ہے کا ادراک ہو جاتا ہے۔

۲۔ مولانا سید محمد سلیمان اشرف (سابق صدر شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی تقریر کا مکمل متن ”ابوالکلام آزاد
 کی تاریخی شکست“ (مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں۔

کے سوالات کا جواب طلب کیا۔ آزاد کے کچھ اخباری بیانات، کچھ تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کئے۔ اپنی کتاب ”الرشاد“ کا حوالہ دیتے ہوئے آزاد سے جواب طلب کیا۔ آزاد کے پاس ان تمام باتوں کا جواب نہ تھا۔ اصل جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنی جوابی تقریر میں انہوں نے کہا:-

”کچھ مولویوں کا وفد آیا ہے جن کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ مقصد، مجھ پر جو الزامات

لگائے جا رہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں۔“

اس پر مفتی محمد برہان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر تشریف لاتے اور آزاد سے ذرا بلند آواز میں کہا: ”انجناب نے ابھی ابھی اپنی جوابی تقریر میں زور دے کر فرمایا کہ مجھ پر تمام الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں میری گزارش یہ ہے کہ اخبار زمیندار، لاہور کے فلاں نمبر، فلاں تاریخ میں نہایت نمایاں جلی سرخیوں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ناگپور میں خلافت کانفرنس کے پنڈال میں امام الہند ابوالکلام آزاد صاحب نے جمعہ پڑھایا اور خطبہ جمعہ میں مہاتما گاندھی کی صداقت و حقانیت کی شہادت دی۔“

ایک مُشرک کی صداقت و حقانیت کی شہادت خطبہ جمعہ میں! — یہ کیسا اسلام ہے؟ مہ
یہ سنتے ہی آزاد کا چہرہ فق ہو گیا۔ — ایک دو منٹ تک — دیکھتا رہا، پھر بولا: لعنة
اللہ علی قائلہ۔“ مفتی صاحب نے کہا: ”آزاد صاحب! یہ کلمات لعنت اسی اخبار میں بالاعلان شائع کرا
دیجئے تو امید ہے کہ توبہ کے قائم مقام ہو جائیں۔“

پھر مفتی صاحب نے کہا ایک بات اور عرض کرنا ہے:-

”اخبار تاج (جبل پور) فلاں تاریخ، فلاں نمبر میں ہے کہ ”الہ آباد کے ایک جلسہ عام میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے کرسیِ صدارت سے اعلان فرمایا کہ مقامات مقدسہ کا فیصلہ اگرچہ ہمارے حسبِ دلخواہ بھی ہو جائے تب بھی ہم اُس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک گنگا و جمنہ کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرا لیں گے۔“ — بحیثیت مسلمان ہونے کے گنگا و جمنہ بھی آپ کے نزدیک مقدس ہیں؟ استغفر اللہ! ۲

اس پر آزاد نے کہا: ”میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے۔ لعنة اللہ علی قائلہ۔“ ۳

۲۷۱ محمد مسعود احمد، پروفیسر: اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۷، ۱۰۸

۳ جماعتِ رضائے مصطفیٰ: روداد مناظرہ، مطبوعہ نادری پریس بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۹

اس پر بھی مفتی صاحب موصوف نے یہی کہا:

”لعنت کے یہی الفاظ توبہ کے قائم مقام اخبارات میں بالاعلان شائع ہونے چاہئیں۔“

مفتی صاحب کے ان سوالات کی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے داد دی بلکہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مفتی صاحب کے بارے میں یہ عرض کیا:-

”حضور! برہان میاں نے بہت جرأت و ہمت سے کام لیا۔ یہ صرف حضور ہی کا فیض ہے۔“

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جدوجہد کا زمانہ وہی ہے جس میں ہم یہاں پر پنجاب میں ۱۹۳۶ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام مطالبہ پاکستان کے لئے مساعی کر رہے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں نے بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن و ممبر ونگ کمیٹی آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، آل انڈیا مسلم لیگ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی (زیر صدارت قائد اعظم محمد علی جناح) کو خلافت پاکستان، سکیم پیش کی۔ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ ”لاہور ریولوشن“ کی شکل میں مطالبہ پاکستان پیش کر رہی تھی اور ہم اس موقع پر خلافت پاکستان کا نفرنس منعقد کر رہے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے جلسوں میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سرسری ملاقات ہوئی۔ مگر بعد میں جب ان کے کمالات کا علم ہوا تو مجھے بے حد افسوس ہوا کہ مزید راہ و رسم کی صورت کیوں پیدا نہ ہو سکی۔ کاش ان سے استفادہ کا موقع ملتا اور اعلیٰ حضرت کے محبوب ترین شاگرد اور خلیفہ کے فیوض و برکات سے متمتع ہونے کی سعادت ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مطالبہ پاکستان کے جو مقاصد ہمارے پیش نظر تھے ہو ہو یہی مفتی صاحب کے خیالات معلوم ہوتے ہیں۔ آج کل بعض کم کردہ راہ لوگ قیام پاکستان کی غایت پر قسم قسم کے شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں۔ کوئی قرار داد پاکستان میں بین میخ نکالتا ہے اور کوئی قائد اعظم کے واضح موقف نفاذ شریعت محمدی (نظام مصطفیٰ) پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور ان کی طرف

سے سیکولر نظام کی وکالت کا الزام دھرتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی وفات سے چند ماہ قبل کی تقاریر اور بیانات کھلم کھلا اسلامی نظام حیات کی تائید کرتی ہیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (متوفی ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء)، کنوینر وفد حجاز سے ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء کو ایک ملاقات میں اسلامی حکومت کے دستور و آئین پر گفتگو کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:-

”اسلام ایک ایسے مکمل قانون کا نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے، ہمیں مطلقاً اس کی ضرورت نہیں کہ ہم بالشوٹزم یا مغرب کے دوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا دورِ حکومت وہی کامیاب ہوگا جو قرآنی دستور کے مطابق ہو۔“

سوشلزم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب کہ ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کر لے گی۔

قائد اعظم نے حضرت مولانا کو اُن کی خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں سجا کر فرمائیں

مبارک باد دی۔“

مفتی صاحب کی ذاتِ بابرکات چونکہ ہمارے لئے دینی اور دنیاوی سعادتوں کی حامل ہے اور وحدتِ فکر و عمل کا تقاضا ہے کہ یہاں پر قیامِ پاکستان کے مقاصد کا مختصر تذکرہ کیا جائے تاکہ ایک طرف مفتی صاحب کے افکارِ عالیہ سے روحانی اتحاد ثابت ہو جائے اور دوسری طرف منکرین، منافقین اور زائغین کے خیالاتِ باطلہ کی تردید ہو جائے۔ یہ اقتباس ”تحریکِ خلافتِ پاکستان“ کے منشورِ مطبوعہ ۱۹۷۰ء سے پیش کیا گیا ہے۔

اسلام اور پاکستان

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح قیامِ پاکستان سے قبل پاکستان کے نصب العین نے ساری ملت میں اتحاد پیدا کر دیا تھا اسی طرح اب پاکستان بن جانے کے بعد وہ کون سے مقاصد میں

ان تفصیل کے لئے ”وفدِ حجاز کی رپورٹ“ مرتبہ الحاج حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایونی، کنوینر وفد آل انڈیا مسلم لیگ، شائع کردہ مجلسِ عمل آل انڈیا مسلم لیگ، دریا گنج دہلی اور البیان، مرتبہ الشیخ محمد عبد العظیم الصدیقی القادری، رئیس وفد الرابطة الاسلامیہ الہندیہ، مطبوعہ میرٹھ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء دیکھی جائے۔

۷ اخبارِ دبذبہ سکندری، رام پور شماره ۳۰ جلد ۸۵، مطبوعہ ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء، ص ۸

جن کی خاطر قوم کے تمام بھرے ہوئے طبقات اور گروہ یکجا ہو سکتے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں گاندھی جراح
خط و کتابت کے دوران قائد اعظم نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کے اعتقادات، اقدار حیات، رہنے
سننے کے ڈھنگ اور زندگی کے مقاصد غیر مسلموں سے جدا ہیں۔ جب تک ایک جدا ملک میں
مسلمانوں کی ایک جدا خود مختار حکومت قائم نہیں ہو جاتی یہ مقاصد پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے۔
پاکستان کی شکل میں جدا وطن قائم ہو گیا اور آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی بن گئی۔ لیکن جب
مقاصد زندگی کی اقدار کا سوال پیدا ہوتا ہے تو کہیں فرقہ وارانہ اختلافات سامنے آجاتے ہیں،
کہیں مختلف مکاتب فکر آپس میں ٹکراتے ہیں اور کہیں مختلف سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کی
رقابت میں سچ کو سچ مانتے پر بھی تیار نہیں۔ لے دے کر اگر کوئی مقصد ہے جس سے کسی ایک پاکستانی
کو بھی اختلاف نہیں تو وہ تحفظ پاکستان ہے۔ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ پاکستان کو بچانا اور ترقی
دینا چاہیے۔ تعبیر اور تاویل میں کتنا ہی اختلاف کر لیجئے لیکن اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا
کہ پاکستان کی بنیاد اسلام اور صرف اسلام پر ہے۔

محمد عبدالستار خان نیازی

نیازی منزل، ۲۲۔ اڈنکار روڈ

اسلام پورہ۔ لاہور

۱۴۔ اگست

۱۹۸۶ء

عرضِ ناشر

تحریکِ پاکستان کوئی ایسا قصہ پارینہ نہیں ہے کہ لوگوں کے اذہان میں اس کے نقوش محفوظ نہ رہے ہوں۔ ابھی تو اس تحریک کے سرگرم ارکان کی ایک کھیپ زندہ و سلامت ہمارے درمیان موجود ہے۔ جو نئی نسل کو حقائق سے روشناس کر سکتی ہے، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تحریکِ پاکستان کے کھلے دشمن کانگریس نواز ملا مسلسل جھوٹ بول کر خود کو آزادی کا ہیرو اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے اکابر کو مسلم لیگ اور پاکستان کے قیام کا مخالف ثابت کرنے کے لئے اڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ غالباً وہ گوئیلز کے اس قول کو سچ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ اس قدر مسلسل جھوٹ بولو کہ سچ معلوم ہونے لگے۔

قیامِ پاکستان کے بعد بدقسمتی سے مسلم لیگی زعماء میں سے صفِ اول کے قائدین یعنی قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قائد ملت لیاقت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی نے وفانہ کی اور اقتدار و اختیار ان لوگوں کے پاس منتقل ہو گیا جو ذاتی اغراض اور کرسی نشینی کی جنگ میں الجھ کر رہ گئے۔ افراتفری کے اس عالم میں شعبہ ہائے کی بن آئی اور وہ جو کانگریس کے حاشیہ بردار اور ہندو کے نمک خوار تھے پاکستان میں اسلام کے ٹھیکیدار بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد نظر سے اوجھل ہونے لگے اور طالع آزمائوں نے پاکستان کے قیام کو خالص معاشی ضرورت قرار دے ڈالا۔ اور اب تو نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ پاکستان کی سالگرہ کے موقع پر دریدہ دہن پاکستان توڑ دو کے مکروہ نعرے لگاتے ہیں اور کوئی ان کے منہ میں لگام دینے والا نہیں بلکہ اربابِ اختیار ایسے لوگوں کی عبادت کو سعادت سمجھتے ہیں۔

کانگریسی ملا گزشتہ چالیس برس سے مسلسل مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کی عظیم اکثریت یعنی اہل سنت و جماعت اور اس کے اکابر کی تحریکِ آزادی میں خدمات کو فروتر ثابت کرنے اور اپنے بڑوں کے کورتوں پر پردہ ڈالنے کی سعیِ لاجمل کر رہے ہیں۔ آئے دن ایسے چلتھڑے منظرِ عام پر آتے ہیں جن میں سیاق و سباق سے ہٹ کر اور عبارتوں کو توڑ موڑ کر عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

حقائق بہر حال حقائق ہیں۔ جھوٹ و افترا کی ہزار ہا تہیں بھی اس نور کو دھندلا نہیں سکتیں۔ ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ تاریخ کے اوراق گم گشتہ میں سے جو ورق بھی ہاتھ آئے گا اسے جھاڑ پونچھ کر

نئی نسل تک ضرور پہنچائیں گے کہ یہ امانت اُن تک منتقل کرنا ہمارا فرض منصبی ہے۔

زیر نظر کتابچہ یکم تا ۳ جنوری ۱۹۴۰ء جبل پور درسی پٹی میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق رضوی رحمۃ اللہ علیہ، صدر ضلع مسلم لیگ جبل پور کے خطبہ صدارت پر مبنی ہے۔ اس نادرونایاب خطبہ کا ایک ایک لفظ علمائے اہل سنت کی سپاسی بصیرت، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ساتھ اُن کے والہانہ لگاؤ اور اُس دور میں عوام اہل سنت کی جذباتی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔ یہ آئینہ دکھا کر ہم دریدہ دہن مخالفین سے سوال کرتے ہیں کہ اگر فکر آخرت کا ذرا بھی پاس ہے تو ایمان سے کہو کہ تحریک پاکستان کی صفت اول کے راہنما کون تھے؟ اہل سنت کے اکابر یا تمہارے بڑے؟

یہ نادرونایاب دستاویز ہمیں ہمارے محترم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہ کی وساطت سے دستیاب ہوئی ہے جس کے لئے ہم موصوف کے تہ دل سے شکر گزار ہیں۔

شم الدین

ناظم مکتبہ

Handwritten Urdu text in blue ink, appearing as bleed-through from the reverse side of the page. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through.

إِن نَّصَّرَ اللَّهُ لَنُنْصِرَنَّكُمْ وَنُنَازِلَنا مِنْكُمْ أَفْزَاقًا

خُطْبَةُ صَدْرَاتُ

از
محمد برهان الحق

صدر مجلس استقبالیہ
مسلم لیگ کانفرنس
ضلع مسلم لیگ جبل پور

منعقدہ عید گاہ جبلیو
بتاریخ ۱-۲-۳ جنوری ۱۹۲۲ء

خیر مقدم

سُلطان القائِدین مُحَمَّد علی جناح

سُلطانِ قَائِدِیْنِ مُحَمَّدِ عَلِیِّ جِنَاحِ شَدِیْقِیْنِ لَعْنَةُ صِدْقِشْ عَلٰی نَجَاحِ

فرزانهٔ زمانہٗ مُحَمَّدِ عَلِیِّ جِنَاحِ ہمت سے ان کے ہند نے پائی بڑی نجلح

شیرِ بنگال ابوالقاسم مولوی فضلِ حق

قدومِ مہمنیتِ فضلِ حق مبارکباد وزیرِ اعظمِ بنگال باد۔ دائمِ شاد
صدورِ منتخزشِ نورِ بخشِ سی پی شد قلوبِ اہلِ حبیبِ پورگشتہ۔ زندہ مراد

عزیزِ ملت بیرسٹر عبدالعزیز

عزیزِ قوم زپٹنہ بہار۔ می آید خوشا نصیب زپٹنہ۔ بہار می آید

بیرسٹر ظہور احمد

سہاست کا وہ آفتابِ درخشاں ظہور احمد سرور۔ سر فرازاں
جیل پور میں خیر مقدم سے ان کے ہوا مجلسِ لیگ کا محنت تاباں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده
 صدر محترم و اخوان ملت و زعمائے قوم - اس دور ابتلا اور زمانہ امتحان میں جبکہ مسلمانان
 ملک متوسط عموماً اور مسلمانان جبیلور خصوصاً سخت آزمائش کی گھاٹیاں طے کر رہے تھے - اور
 ابنائے وطن کی ہاں بھائی اور کانگریسی ننگ نظری نے ہیں اپنا ہدف تعقیب بنایا ہوا تھا - ہمارا
 مذہب ہمارا تمدن - ہماری زبان - ہماری تہذیب - ہماری معاشرت پر کانگریسی حکومت کے
 آریے چل رہے تھے - اور سرد آہوں کے ساتھ ہماری درد بھری دعائیں آسمانوں کے ناقابل عبور
 پردوں کو - اپنی پُر تاثیر سرعت کے ساتھ ہٹاتی ہوئی عرش الہی کو بلارہی تھیں - اور ہمارے سراپا
 معصیت مگر پُر امید قلوب منتظر تھے کہ کب مجیب الدعوات ان منحوس گھڑیوں کا فاتحہ کرتا ہے -
 اور اس کے فضل سے کب ہمیں اس ناقابل برداشت ظلم سے نجات ملتی ہے - عین یومئذ کے
 وقت ہماری دعائیں رنگ لاتی ہیں - ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں کہ در اجابت وا ہوا اور -
 اجابت از در حق بہر استقبال می آید = کا کیف اور نظارہ ہمارے سامنے ہے - دور ظلم
 و ستم ختم ہوا - ظالموں کی حکومت سے ہمیں نجات ملی - اور اس کے بعد جبکہ ہم نجات کے
 یوم مسرت پر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو اپنے سکون و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں - معاً پروردگار
 عالم کی بے شمار عنایتوں سے بھلا ہوا خوان رحمت نے کرشمہ کی سب سے پہلی صبح کا
 آفتاب ہم پر طلوع ہوتا ہے - اور ہم اپنے معزز ہمانوں - کئی سیاست کے ناخداؤں اور ملت اسلامیہ
 کے سیاسی مضبوط تر ستونوں - اور اپنے زعماء قوم کے خیر مقدم کے لئے اپنی آنکھیں فرش
 کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں -

رداق منظر چشم من آشیانہ تست کرم نما و فرد آ کہ خانہ خانہ تست
 گرامی حضرات ہمارا صوبہ - ملک متوسط یا سنٹرل پراونس کہلاتا ہے - یا یوں کہئے
صوبہ متوسط کہلاتا تھا - اس صوبہ میں ہندوؤں کی تعداد قریب قریب ۹۶ فیصدی ہے -
 اور مسلمان بہ نسبت اور صوبوں کے بہت ہی کم ہیں - یعنی صرف ۴ فیصدی - ہمارا خیال ہے
 اور یہ خیال یقین کا درجہ رکھتا ہے کہ اسی واسطے کانگریس کے ہاڈ کٹیڈ مسٹر گاندھی نے اپنے
 دارِ سامریت سا برمتی کو چھوڑ کر اس صوبہ کو اپنا امتحان بنایا - ظاہر ہے کہ رام راج کے واسطے

جس کا دوسرا نام سوراج رکھا ہے اس سے بہتر کوئی اور دوسرا صوبہ نہیں ہو سکتا تھے اس لئے ہم دونوں کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس صوبہ میں جو کچھ بھی ہوا۔ وہ مسٹر گاندھی کی آنکھ کے سامنے ہوا۔ اور چونکہ ہم دیکھتے تھے کہ سی، پی کے ذرا ان کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے۔ اس لئے یہ سب کچھ انہی ہاٹھ جی کے اشارہ اور ایما سے ہوا۔

مسلمان مسٹر گاندھی کو اس وقت سے پہچانتے ہیں۔ جب خلافت کے جوش کے زمانہ میں ہجرت کی تحریک کے آپ زبردست حامی تھے۔ اُس وقت مسلمانوں کو جناب کی ذات سے جو نقصان عظیم پہنچا وہ ابھی بھولا نہیں ہے۔ آج آپ سارے ہندوستان کے ہیرو بن کر فرماتے ہیں کہ باہمی جھگڑے ہم آپس میں طے کر لیں گے۔ پورن سوراج یعنی مکمل آزادی ہندوستان کو فوراً ملنی چاہیے۔ اس میں بھی کوئی راز و دون معلوم ہوتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدرت رامی شناسم
 سوراج پارام راج ^{بھی کھاتہ سنبھالنے والے گدی نشینوں اور پوجا پاٹ کی زکھنا پر گزر}
 کرنے والے پنڈتوں کے گڑھی وزارت پر پراجتے ہی۔ ہندو راج کا خواب دیکھنے والے سورماؤں کو تکمیل تعبیر کے منصوبے سوچنے لگے اس کے بعد دو ڈہائی برس کے زمانہ میں اس صوبہ میں ہم پر کیا گزری۔

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں تالوں میں سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سنے والوں میں تفصیل کے ساتھ تمام معاملات بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم جلد چاہیے۔ اس قلیل وقت میں اس کا موقع نہیں۔ شاید اس کا موقع آگے چل کر آئے۔ تاہم مشتے نمونہ از خردارے۔ میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

نمبر۔ ہمارے صوبہ کے سابق وزیر عظیم حال رٹائرڈ وزیر اعظم مسٹر ردی شنکر شکلا نے اپنے پہلے ہی دورہ میں جب پور اور ساگر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ تاریخ ہمیں سبق دیتی ہے کہ جس قوم کو حکومت حاصل ہوئی اُس نے محکوم اقوام کی زبان مذہب اور تمدن کو غارت کیا۔ تب ہی وہ چین سے حکومت کر سکی۔ اب چونکہ ہندوستان میں کانگریس کی حکومت ہے۔۔۔ اس لئے ہندوستان میں وہی رہ سکتا ہے جو کانگریس کا پرچار کرے۔“ بالفاظ دیگر۔ ”جو اپنی زبان۔ مذہب۔ اور تمدن کو غارت کرانے کے لئے تیار ہو“ وزیر اعظم مسٹر شکلا کے ان کلمات کے سبب ہندو راج کے خواب و خیال نے کانگریسیوں

اور ان کے ہنواؤں کے قلوب میں مستقل جگہ قائم کر لی۔ جس کی فنی تعبیر وزارت کانگریس کے تاریک کارناموں کی تاریخ میں آتشیں حرفوں سے درج ہو کر نامعلوم مدت تک مطالعہ کرنے والوں کے لئے درس عبرت کا کام دے گی۔

نمبر وزیر تعلیم مسٹر شکلا کے ان کلمات سے ابتداءً مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی اور وہ بہت مضطرب ہوئے۔ لیکن یہ گھبراہٹ فوراً اطمینان میں۔ اور اضطراب استقلال میں منتقل ہو گئے اور مسلمان اپنے اوپر آنے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے سر بکف تیار ہو گئے۔

حضرات۔ جو مسلمان ہے وہ اپنے یہاں کی روایات سے مجبور ہے۔ وہ مصیبت کے وقت بلاؤں نہیں ہوتا۔ سرکش کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ مسلم رہناؤں اور پیشواؤں نے ایسی پختہ مثالیں قائم کر دی ہیں کہ ان کے نقش قدم پر جبیں نیاز رکھنا مسلمان کی فطرت ہے۔ مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ ع۔

سردار دند دوست در دست یزد۔ اس کا ایمان ہے کہ ع اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

نمبر شکلا جی نے اپنے تاریخی سبق پر عمل درآمد کرنے کے لئے دو یا مندر اسکیم ایجاد فرمایا۔ مدرسے۔ اسکول۔ پاٹھ شالا۔ مندر کے نام سے نام زد رکھے جائیں۔ اور اس کا تصرف اسی بد نصیب صوبہ کو حاصل ہوا۔ ہندوستان بھر میں کسی دوسرے صوبہ کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی انتہائی قلت اور دیہاتوں میں ان کی غایت کمزوری کے سبب شکلا جی کی اسکیم نے سی۔ پی۔ میں علی جامہ پہن لیا۔ شکلا جی کا اور صحیح معنوں میں گاندھی جی کا مدعا ٹے دلی یہ تھا۔ کہ ہندی پڑھ کر مسلمان اُردو کو بھول جائیں۔ مندر میں جا کر سر سوتی کی مورت اور گاندھی جی کی تصویروں کے آگے جھک کر اسلام کو خیر باد کہیں۔ بندے ماترم کا مشرکانہ گیت گائیں۔ گاتے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔ اور رفتہ رفتہ ہندو ذہنیت میں رنگ جائیں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور سخت جان مسلمانوں نے ان کی ہر مشرکانہ تحریک کا ڈٹ کر سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی زبردست مخالفت کے اثر کے لحاظ سے وزارت کانگریس کے ان تجویزوں کا عدم وجود برابر ہو گیا۔

نمبر وزارت قائم ہوتے ہی گاندھی جی کے چیلوں کو فکر ہوئی کہ وزارت کا لایچ دے کر کسی مسلمان کو چھانسا جائے کہ اس کی آڑ میں شکار کھینے کا موقع ملے۔ افسوس کہ اس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اور میرے دوست مسٹر یوسف شریف نے مسلم لیگ کو خیر باد کہہ کر وزارت لے لی۔ مسلمان

حیران تھے کہ ایسا مخلص اور مسلمانوں کا غیر خواہ کا نگرسی ہو گیا۔ اور ان کے احباب جو اس یکا یک انقلاب کے نتیجہ کو قرائن سے سمجھتے تھے۔ درد کا یہ شعر پڑھ رہے تھے

چلا ہے اُف دلِ راحت ملکِ شادمان
زمین کوٹے جاناں بچ دے گی آسماں ہو کر
تسوڑے ہی دن بعد مسٹر یوسف شریف کا نگرسی وزیر قانون نے ایک مسلمان قیدی کو میعادِ قید ختم ہونے سے کچھ عرصہ پہلے خاص وجوہ کی بناء پر رہا کر دیا۔ شاید کانگریسی دورِ وزارت میں شریف صاحب کے لئے یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ انھوں نے ایک مسلمان کے طرف اپنے قانونی اختیار کو مبذول فرمایا۔ اور اس جرم میں وزارت سے نکالے گئے۔ کیا حسرت ناک نظارہ تھا جنہوں نے وزارت کالاج دے کر ان کی معاونت کا وعدہ کیا تھا۔ جب ان کی طرف شریف صاحب کی نظر اٹھتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ خمبر بکف دشمن و نشتر بکف دوست اور جب گھبرا کر اپنے پرانے رفیقوں کی اور قدیم خیر اندیشوں کی طرف دیکھتے تھے تو کان میں آواز آتی تھی

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو۔ یوسف بے کارواں ہو کر
ب۔ شکلا جی نے چار مسلمانوں کے قتل پر ہندو مجرموں کے خلاف کافی شہادت ہونے کے بعد جب انھیں معلوم ہو گیا کہ چارج لگ جائے گا۔ اور مقدمہ سیشن سپرد ہو جائے گا۔ نہایت جسارت کے ساتھ مقدمہ اٹھالیا اور ملزم کوچھوں پر تاد دیتے ہوئے آزاد ہو گئے۔ اور کانگریس نے وزارت کی پیٹھ ٹھونکی۔
سے این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ج۔ جب ہتھیاری وزیر قانون ہوئے۔ انھوں نے ایک معصوم لڑکی کے ہندو قاتل کو جسے سیشن سے سزائے موت ہوئی اور ہائی کورٹ سے وہی سزا بحال رہی۔ اس بناء پر چھوڑ دیا کہ سیشن جج اور ہائی کورٹ نے غلطی کی۔ ہتھیاری کی اس غیر منصفانہ بہادری پر سب نے بغلیں بجائیں ان سے کچھ باز پرس نہ ہوئی۔ کیا اس کی مثال برٹش انڈیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے۔ یہ ہے وہ راج جس کو ہمارے ابناء وطن سوراج کہتے ہیں۔ اور ہم رام راج نام رکھتے ہیں۔ یہ تین مثالیں مسٹر یوسف شریف مسٹر شکلا۔ اور مسٹر بہتہ کی ہم نے پیش کی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کبھی سوراج یا رام راج کے دام تزیور میں نہ پھیں گے۔ کیونکہ آج کل بعض ذریعہ مست مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر کانگریس مسلمانوں میں مسلم ماس کنٹریکٹ کو شرمیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

مسٹر مسلمانوں کا مسٹر کی طرف سے ہتھیاری کی طرف سے ایک لخت بند کر دیا گیا۔ دو سال سے ایک

بھی مسلمان اکثر اسسٹنٹ مقرر نہیں کیا گیا۔ کانگریسی دور وزارت میں ہندو پندرہ تھمیلہ ترقی دے کر اکثر اسسٹنٹ بنا دئے گئے کیا ایک بھی مسلمان اس قابل نہ ملا کہ اسے یہ ترقی دی جاتی؟ اسی طرح پولیس افسروں میں مسلمانوں کی بھرتی بند کر دی گئی۔ پولیس ٹریننگ کالج ساگر میں ایک بھی مسلمان کا پتہ نہیں۔ گویا کانگریسی وزارت کی قوم پرستی کا یہ ایک نظام تھا کہ آئینہ مجسٹریٹ اور پولیس میں مسلمان صفر رہیں اور یہ دونوں اہم محکمے کلینتہ ہندوؤں کے ہاتھ میں کر مسلمانوں کو رام راج کا مزہ چکھائیں۔ بظاہر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تقریر ان کی تعداد کے تناسب سے ہونا چاہیے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اس قاعدہ کی پابندی برہمنوں کے معاملہ میں بھی کی جائے تو کوئی سننے کے لئے تیار نہیں۔ برہمنوں کی تعداد مسلمانوں سے بہت ہی کم ہے۔ لیکن وہ ملازمتوں پر مسلمانوں سے بیس گنے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ ہندو ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ گونڈ۔ کول اور دوسری شوروں اور اچھوتوں نے اپنے حقوق کا بخشش نامہ برہمنوں کے حق میں نہیں لکھ دیا ہے کہ یہ ہمارا ج لوگ اچھوتوں کے حقوق کا اپنے کو وارث سمجھتے ہوئے ان کے حصہ کو خود غصب کر لیں۔ لیکن ہماری یہ کھری باتیں کون سنتا ہے۔ انصاف اور سوراج دو مفاد چیزیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گاندھی جی کے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی تمنا ہمیں شکلا جی اور مہراجی کو مجبور کرتی ہیں۔ کہ پولیس اور مجسٹریٹ کے محکمہ جات خالص ہندو محکمے ہو جائیں۔ ہم یہ جانتے ہیں ان تمناؤں کے پوری ہونے کے بعد ہم مسلمانوں کی زندگی یقیناً سخت دشوار ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنی روایات قدیمہ کے پابند۔ انشاء اللہ العزیز اس وقت بھی اپنے استقلال کی مثالیں قائم کریں گے۔ اور صفحہ تالیخ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے درس عبرت کا سرمایہ پیش کریں گے۔

تیرہ شمع ساں کٹا مجھے پر دم نہ ماریے مسنزل ہزار سحت ہو سحت نہ ہاریے
ہندوستان اور مسلم اقلیت ہماری نسبت کہا جاتا ہے کہ ہمارا شمار اقلیت میں ہے۔ لارڈ زٹلینڈ سکریٹری آف اسٹیٹ فرمائے

ہیں۔ "ہم مسلمان تعداد میں کم ہیں" ایسی بے معنی اور مہمل باتیں ایک مدبر کی زبان سے حیرت انگیز ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یورپ میں انگریز اقلیت میں ہیں یا تعداد میں کم ہیں تو اسے بالکل بے معنی اور مہمل کہا جائے گا۔

حضرات! یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان یورپ کی طرح ایک براعظم

ہے اور اس میں یورپ کی طرح بہت سے ملک ہیں جن میں متعدد قومیں۔ مختلف المذہب۔ مختلف
المعاشرہ مختلف انجیال آباد ہیں۔ ایسی صورت میں اکثریت اور اقلیت کا سوال پیدا کرنے کی
گنجائش نہیں ہو سکتی۔

ٹنکلا جی کی حرکت مذہبی
مسٹر ٹنکلا جی کا ٹیڈ چیف منسٹر سی۔ پی نے اپنے گذشتہ بیان
میں اپنے کروت کے متعلق ایک بیان دیا ہے کہ "انہوں

نے جو کچھ کیا گورنروں کی صلاح اور استمزاج سے کیا" اس بیان سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے
پہلی تو یہ کہ اگر سب کارروائیاں گورنر کے استمزاج اور صلاح سے ہوئیں تو آپ کے سوراخ
کے خواب کی کیا تعبیر ہوئی۔ تمام مظالم میں آپ گورنر کے آلہ کار رہے۔ کیا یہ سوراخ تھا۔ دوڑے
یہ کہ ٹنکلا جی کے ضمیر نے محسوس کر لیا کہ ان کی تمام کارروائیاں بالکل فرقہ پرستانہ۔ اور سخت قابل
اعتراض تھیں۔ اور مسلمانوں کا احتجاج بجا تھا۔ جناب کو کوئی بچت کی صورت نظر نہ آئی تو گورنر کی
اڑ لینے دوڑے۔ خود ان کارروائیوں کی صحیح توجیہ کرنے سے قاصر ہیں۔

اول تو ہم اس بیان کو صحت ایک ہمد سازی سمجھتے ہیں اور ہرگز اسے ماننے کیلئے تیار نہیں
رہیں۔ اگر اسے بفرض غلط مان بھی لیا جائے تو اس میں گورنر کی کوئی ایسی سیاسی چال بھی
جس کی ہوا تک ٹنکلا جی کے دماغ کو نہ پہنچ سکی۔ بہر کیف ۶

سر دوستان سلامت کہ تو خیر آزمائی

کانٹنی ٹونٹ اسمبلی
آج کل مسٹر گاندھی اور ان کی پارٹی کو کانٹنی ٹونٹ اسمبلی کی رٹ
لگی ہوئی ہے اس میں کیا راز پنہاں ہے۔ یہ ہمارے محترم
سلطان القائدین۔ مسٹر محمد علی جناح نے بہت واضح طور پر بتا دیا ہے۔ گاندھی جی فرماتے
ہیں۔ "کانٹنی ٹونٹ اسمبلی سے ہندوستان کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔" اگر
حقیقت یہ ہے۔ اور بقول مہاٹر کبیر صاحب ہندوستان کی سب خرابیوں کا ہی ایک میخانہ
علاج ہے تو اس میں دیر کیوں ہے۔ آپ ہندوستان کے ہیرو۔ اور مہاٹر کبیر سمجھے جاتے ہیں
ہیں اور آپ کے چلے تمام ہندوستان کے نمایندہ ہونے کے مدعی ہیں۔ ایسی صورت میں کانٹنی
اسمبلی کی طلبی میں کیوں توقف فرمایا جا رہا ہے اس توقف کا سبب بالکل ظاہر ہے کہ آنجناب
اینڈ کمپنی کے تمام دعوے حقیقت سے بہت دور ہیں۔ شور اور اچھوت تو ہیں جو ہزار دن برس
سے فلا مانہ زندگی بسر کر کے آپ لوگوں کے مظالم کا تجربہ اٹھا چکے ہیں وہ میلوں دور سے آپ کی

کانٹی ٹونٹ اسمبلی کو ڈنڈت کریں گے۔ پارسی اسے اپنے مفاد کے قطعی خلاف سمجھیں گے۔
 عیسائیوں کے لئے یہ فنا کی دعوت ہے۔ اور اس میں تو آپ کو شک نہ رکھنا چاہیے۔
 کہ ہم مسلمان اس کی دعائیاں انشاء اللہ اڑا دیں گے۔ جب کانگریسی ہائی کمانڈ کو یہ معلوم ہوا
 کہ ان موانع شدیدہ کے سبب ایسی اسمبلی جمع ہونا ناممکن ہے۔ پھر یہ بیکار رٹ کیوں سہتے۔
 منشا یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اپنے قدیمی مراعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کو ہانک کر
 ایک جگہ جمع کر دے۔ پھر گاندھی جی اور ان کی ذریت کو اپنی تمنائیں پوری کرنے کا موقع ملے۔
 یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی اینڈ کو نے سوراخ۔ یارام راج یا ہندو راج حاصل کرنے کا
 نکالا ہے۔

ڈومنین اسٹیٹس یہاں پر یہ مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ وہاں ہنر کیلنسی وائٹس
 بہادر اور آئرلینڈ سکریٹری آف اسٹیٹ کو ستم ظریفی کی سوجھی ہے
 فرماتے ہیں ہندو اور مسلمان اتفاق کر لو۔ اور ہندوستان میں ایک نیشن بنالو۔ پھر چاہے
 تو ڈومنین اسٹیٹس کے سوا اور بھی جو مراعات چاہو ملیں گی یہ دونوں ذمہ داران
 حکومت برطانیہ خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان میں اکثریت کے دعویدار قوم کی موجودہ ذہنیت
 میں ہندو اور مسلمانوں کا اتفاق قطعی ناممکن ہے۔ علاوہ اس کے ہندوستان بھر میں ایک
 نیشن نہ کبھی تھا۔ نہ اب ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔

ہم ان ذمہ داران حکومت برطانیہ سے اس کے جواب میں مؤدبانہ استفسار کرتے ہیں کہ
 انگریز۔ فرانسیسی۔ جرمن۔ اٹالین وغیرہم اقوام یورپ سب اصولاً ایک مذہب عیسائیت
 کے پیرو ہیں ان تمام کی۔ تہذیب۔ معاشرت یکساں ہے۔ زبان بھی قریب قریب ملتی جلتی
 ہے۔ مگر آپ سب مل کر ایک نیشن نہیں بنا سکتے۔ تو ہندوستان میں یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے
 جہاں فرانٹیر (سرحد) کی زبان۔ معاشرت۔ مذہب بلحاظ اکثریت مدراس سے بالکل جدا۔
 اور بنگال کی معاشرت۔ زبان مذہب بلحاظ اکثریت گجرات سے قطعی علیحدہ ہے۔ تو اگر آپ
 لوگ جرمنی اور دوسری اقوام یورپ سے اتفاق کر کے ایک نیشن بنالیں پھر ہم بھی آپ کے
 نقش قدم پر چل کر ہندوؤں سے اتفاق کر لیں گے اور ہندوستان میں ایک نیشن قائم کر لیں
 گے۔ جیسا کہ ناممکن دیکھا ہی یہ محال۔

جہلیپور میں مظالم کانگریسیوں کی فہرست۔ وزارت کانگریس کے بعد ہندو راج۔

یارام راج کے متوالوں نے (۱) مسجد پر حملہ کر کے کفارہ کی گائے پھینکنے کے منصوبے ہاندھے
 (۲) اور اس کا اعلان کیا گیا دسہرہ شہداء میں اعلان امن و اطمینان کے بعد (۳) نہتے مسلمانوں
 پر حملے کئے گئے (۴) ایک ہندو کی مشتبہ موت پر ایک مسلمان کو دس سال کی سزا دی گئی
 (۵) ڈاکٹر کھرے کی کانگریسی وزارت کے قریب قریب ایک ماہ تک تفتیش کے بعد رپورٹ
 کا اخفا کیا گیا۔ (۶) ہولی میں مسلمانوں کے محلوں مکانوں - راستہ چلتے مسلمانوں پر حملے
 کئے گئے (۷) چار مسلمان شہید ہوئے (۸) چوتیس قاتل ضمانت پر آزاد رکھے گئے
 (۹) وزارت کانگریسی نے اپنے اختیار خصوصی سے بالکل رہا کر دیا (۱۰) تحصیل
 کٹنی میں بابو محمد یونس کو قتل کے جرم میں ایک کانگریسی مع کچھ ساتھیوں کے گرفتار ہوا۔
 (۱۱) قتل کا جرم اور مجرم بالکل آزاد تھا (۱۲) باوجود دفعہ ۱۲۴ ایک مجمع کے ساتھ
 اسٹیشن لائے گئے (۱۳) انھیں مسلمانوں کے خلاف آتشیں تقریر کا موقع دیا گیا (۱۴)
 جبیلور میں ہر سری بیانات کے بعد بالکل چھوڑ دیا گیا (۱۵) کنگلی کے تھانہ میں
 حوالات سے ایک مسلمان کی لاش نکلی (۱۶) چونکہ پورا اسٹاٹ ہندو تھا۔ کسی
 قسم کی باز پرس نہ کی گئی (۱۷) کٹنی میں ایک ہندو کی موت پر شبہہ میں ۶ مسلمان
 گرفتار کئے گئے۔ (۱۸) اختتام مقدمہ تک جیل ہی میں رکھے گئے۔ ضمانت نہیں لی گئی۔
 (۱۹) ان سب کی تین تین سال کی سزا ہوئی۔ چاند دز بسوا برار میں آپس کے فساد پر ایک
 ہندو اسپتال میں مر گیا (۲۰) ۵۶ مسلمان گرفتار کئے گئے جن میں لڑکے بھی تھے
 ضعیف بھی۔ صاعب فریش بیمار بھی۔ (۲۱) شہداء کی ہولی میں مسلمانوں کے محلوں مکانوں
 دوکانوں - اور نہتوں پر۔ حکام کی موجودگی میں حملے ہوئے۔ (۲۲) بلوے کے مقدمات
 مسلمانوں پر بھی چلائے گئے (۲۳) اسکولوں میں سرسوتی کی پوجا کا حکم ہوا۔ (۲۴) گاندھی
 کی تصویر کی پوجا کا حکم دیا گیا (۲۵) بندے ماترم کا نالازم قرار دیا گیا۔ (۲۶) مسلم اخبارات
 سی۔ پی ٹائمز - صدائے مسلم پریس وغیرہ کی صحیح نکتہ چینی اور اظہار حق اور کانگریسی ظالم
 اور زیادتیوں کو طشت از بام کرنے پر ان کے گلے گھونٹے گئے۔ سی۔ پی ٹائمز کا مقدمہ اب
 تک ہائیکورٹ میں ہے (۲۷) مسلم وزیر اپنے اختیار کے استعمال پر وزارت سے علیحدہ کیا
 گیا (۲۸) ہندو منسٹر کو اسی اختیار کے بیجا استعمال اور قاتل کو سزائے موت سے چھڑا
 دینے پر شاہنشاہی دی گئی۔ (۲۹) مسلم وزیر کی علیحدگی کے بعد دوسرا مسلمان وزیر نہ لیا گیا

(۳۰) دو یا مندر کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا (۳۱) مدینہٴ اعلم صرف مسلمانوں کے سر منڈھ دیا گیا۔ (۳۲) ہندی زبان میں تسلیم لازم قرار دی گئی۔ (۳۳) بندے ماترم گاتے وقت سرکاری ملازموں کو کھڑے ہو جانے کا آرڈر نکلا۔ (۳۴) مسٹر گاندھی کے نام کے ساتھ ہانا لکھنے کا سرکلر جاری ہوا۔

لفظ ہانا کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرات۔ ہا۔ کا عربی ترجمہ (اعظم اور آتما کا عربی ترجمہ۔ روح ہے۔ یعنی روح اعظم۔ پتھر کے پجاری کسی بے ستر۔ مشرک اور اپنے گرد کوہا تما کہیں یا کچھ اور۔ اور ان کا دھرم بد سے بدتر چیز کو معاذ اللہ معبود سمجھتا ہے مگر گورنمنٹ کا سرکار مسلمان کو بھی اس منافی اسلام حکم پر عمل کیلئے مجبور کرتا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک ہانا روح اعظم وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں۔ جنہیں قرآن عظیم نے روح القدس یا روح اللہ فرمایا کسی مسلمان کا ایمان کبھی گوارا نہ کرے گا کہ جس کے اقوال سر پا داخل جس کی پالیسی مسلم کش اُسے ہاتا کہہ کر اپنا ایمان خراب کرے۔ مگر کانگریس مسلمان کو مسلمان دیکھنا نہیں چاہتی۔ (۳۵) چٹنویس بل کے ذریعہ ذبیحہ گاؤں پر سخت پابندیوں کے متعلق وزارت سے جواب ملا۔ "یہ بل کانگریس کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ مسٹر چٹنویس غیر کانگریسی ہیں" یعنی بل پیش کرنے کی صورت دار کانگریس نہیں۔ مگر کانگریس کو اس بل سے اتفاق ضرور ہے۔

اس چٹنویس بل سے دڈسکار مارے جا رہے ہیں۔ ایک۔ ہڈی۔ چڑے۔ گوشت کا روزگار ختم۔ دو ٹرے غریب مسلمانوں کی خوراک غایب۔ (۳۶) تیندو کھیرا علاقہ نرسنگھ پور میں قصائی کے مکان میں حسب معمول گائے کے ذبح پر حملہ ہوا۔ (۳۷) ہندوؤں کے بھج نے مذبوح گائے کو جلا ڈالا (۳۸) قصائی کے مکان پر ڈاکہ ڈالا (۳۹) تھانہ میں قصائی کی رپورٹ پر دیر کے بعد توجہ کی گئی (۴۰) اس بلوہ۔ ڈکیتی۔ مداخلت بیجا کے مجرم چونکہ کانگریس کے ہتھیار اور مظلوم ایک غریب مسلمان وہ بھی قصائی۔ کانگریسی وزارت نے سب کو رہا کر دیا۔ (۴۱) دیوری پینا گریہ میں ایک مسلمان کسان کے سخت مجروح ہونے پر بھی پولیس نے ضرب خفیف لکھا (۴۲) مجروح کے موت پر قاتل کسان کو صرف ایک روپیہ جرمانہ ہوا (۴۳) پولیس سے بالکل باز پرس نہ ہوئی۔ یہ سی۔ پی کی کانگریسی وزارت کے ان ظاہر و عیاں مظالم و جفا کاروں کی پرالم ہرست ہے جن سے ہمارے قلوب سخت مجروح ہیں اور ہمارے کلیجے جھلنی ہو رہے ہیں۔ گو اس وقت تلخ حقیقت کے انکشاف پر ہمارے یاران وطن آرڈی تر چھی نکاہوں

غضناک تیوروں سے ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر ہم تو یہی کہیں گے۔
 اظہارِ سوز و غم پر میری زبان کھینچو ہاتھوں میں چھ نہ جائیں گے میری ہاں کے
 وزارت کانگریس کے زمانہ میں ٹیکسوں کی وہ بھرمار ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ یہ مسئلہ بہت
 تفصیل چاہتا ہے۔ اور میرے پاس اس کی گنجائش نہیں۔ بہر حال ہماری کانفرنس کے
 زیرِ غور یہ مسئلہ بھی ہے۔

وردھا اسکیم کی ترتیب کے لئے درودھا اسکیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اور مسٹر گاندھی
 نصابِ تعلیم کی رہنمائی میں مکتبہ جامعہ نے ایک نظام مرتب کیا جس کا نام "بنیادی
 قومی تعلیم کا نصاب" ہے اس کے صفحہ ۲۵ میں ہے۔ "سب کے دل میں ایک دوسرے
 کے مذہب کی اور دنیا کے سب مذہبوں کی عزت پیدا کی جائے" اس کی توضیح میں کہا۔
 "دنیا کے مذہبوں کے اصول بتا کر یہ ثابت کیا جائے کہ خاص باتوں میں سب مذاہب ایک ہیں"
 اب اس گمراہ کن مقصد کو اسلام کی روشنی میں دیکھئے۔ ہندوؤں کے مذہب کا اصل
 اصول بت پرستی۔ گائے پرستی۔ غیر خدا پرستی اور شرک ہے۔ اسلام کا اصول ان الشریک
 ظلمِ عظیم ہے۔ یعنی شرک جو ہندوؤں کے مذہب باطل کا اصل اصول ہے۔ قرآن
 عظیم اُسے ظلمِ عظیم قرار دیا ہے۔

ہندوؤں کے مذہب میں بت پرستی ذریعہ نجات ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا۔
 ان الله لا يعفوان ليشرك بربہ۔ یعنی اسلامی اصول پر بت پرست اور مشرک کے لئے
 تطہیر نجات اور بخشش نہیں۔ ہندوؤں کے دھرم کے مطابق شرک اور بت پرستی انہیں
 پوتر کرنے والی ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا انما المشركون نجس۔ یعنی یقیناً تمام مشرک
 نجس ہیں۔ مثال کے لئے میں نے صرف تین باتیں ذکر کی ہیں۔ تفصیل کے لئے دفترِ درکار۔
 غور فرمائیے۔ اسلام شرک کو ظلمِ عظیم فرماتے۔ مشرک کے لئے نجات کے دروازے بند
 بتائے۔ انہیں نجس ٹھہرائے۔ ہندوؤں کا اصول مذہبِ مشرک و بت پرستی کو عبادت قرار
 دے۔ اور درودھا اسکیم۔ خاص خاص باتوں میں سب مذاہب کو ایک بنا کر معصوم بچوں کے
 پاک فطرت دلوں میں شرک و بت پرستی کی عزت پیدا کرے۔ تاکہ بچہ چند روز میں معاذ اللہ دہتر
 ملود ہو جائے۔

ایک طرف قرآن کریم و اذکفرون ہمہ الظالمون فرما کر۔ مشرکوں بت پرستوں کو ظالم

قرار دے اور ولا تکونوا من المشرکین فرما کر شرک اور مشرکوں سے بچنے کی ہدایت فرمائے۔ اور
 ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکوا بالنار فرما کر۔ مسلمانوں کو اس بات سے ڈرائے کہ اگر
 ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو جہنم کی آگ میں پڑو گے۔ دوسری طرف وردھا اسکیم مسلمان بچوں کے
 دلوں میں شرک و بت پرستی کی عزت پیدا کرے ع
 بسبب تفاوت رہ از کجاست تا کجا

رداداری دنیاوی راہ و رسم کے مطابق ہر شخص کے ساتھ موقع و محل کے لحاظ سے
 برقی جاسکتی ہے خواہ وہ کسی باطل مذہب کا پیرو ہو۔ مگر اس رداداری سے کسی باطل مذہب
 کی عزت نہیں بڑھائی جاسکتی۔

زمانہ سابق میں بتوں کے سامنے۔ تالیاں بجانا۔ ہر ایک تالی پر پینٹرا بدلنا۔ ناچنا۔ گانا۔
 مشرکین کی عبادت تھی۔ اب بھی بعض مندروں میں ہندو عورتیں اور مرد بتوں کے سامنے
 ایسا کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ وماکان صلا تھم عند البیت لامکاء
 و تصدیق یعنی کفار کی عبادت بتوں کے آگے۔ سیٹی اور تالی بجا کر ہوتی ہے۔

اسلام نے ناچ اور تال پر گانے کی سنت ممانعت کی ہے۔ مگر وردھا اسکیم نے ناچ اور
 گانے کو تسلیم کا جزو قرار دیا ہے۔ ”بنیادی لفظ ۲۳ نمبر گانا“ کے ضمن میں لکھا
 ہے۔ تال کا جو قدرتی احساس ہوتا ہے۔ اُسے ترقی دینے کے لئے۔ انھیں دونوں ہاتھوں سے
 تال دینا سکھایا جائے قدم ملا کر ایک خاص تال کے ساتھ چلنے سے بھی اس میں مدد مل سکتی
 ہے۔ ”سیٹے سادے الفاظ ہیں۔ بچوں کو تال سر کے ساتھ ناچنا گانا سکھایا جائے“ یعنی
 وردھا اسکیم اصول اسلام کے خلاف تال کے ساتھ قدم ملا کر چلنا یعنی ناچنا جس سے گانے
 میں مدد مل سکتی ہے بچوں کو سکھایا جانا لازم قرار دیتی ہے۔ نفرت دیکھا آپ نے کانگریسی
 مسلمان کو مسلمان اور بہادر شجاع نہیں رہنے دینا چاہتی اس لئے محکوم اقلیت کے کلچر اور مذہب
 کی غارتگری اور نامرد و بزدل بنانے کے کیے انتظامات کئے ہیں۔ حالانکہ اقبال مرحوم نے
 مسلمانوں کا اصول بنا دیا ہے۔

آجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے
 شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

یہی راز ہے کہ سرحد کے بہادروں کو چرخہ کی طرف مائل کیا جا رہا ہے اور ناسک میں فوجی مدرسہ جاری کیا گیا ہے۔ تم بلائے تم مسٹر گاندھی کا یہ ظلم عظیم کہ ڈاکٹر ذاکر حسین کے ہاتھوں مسلمانوں کا ایمان ذبح کرایا جا رہا ہے۔ کیا اہل انصاف۔ کانگریس کے سپریم کمانڈر مسٹر گاندھی اور ان کے دست و پاؤں۔ ہائی کمانڈ کی اس مسلم کش منافی اسلام اسکیم کو اب بھی ظلم قرار دینے میں تامل کریں گے؟

یکے سرنگوں دیگر سر فرار جس جرم کے مجرم کو رہا کرنے کی پاداش میں یوسف شریف وزارت سے علحدہ ہوئے۔ اسی جرم کے مجرم کو کرسی وزارت دی گئی کیونکہ ہندو اور ہندوتہ (افواہ حبیبتہ کا مقدمہ مرہٹی اخبار سنکیت - اور مدینہ بجنور نے تفصیل کے ساتھ شائع کیا ہے۔

کانگریسی ذہنیت ہم مظالم کانگریس کا ماتم ہی کر رہے تھے۔ اور رخصت دور ستم و استبداد پر سکوں و اطمینان کا سانس بھی نہ لینے پائے تھے کہ کانگریسی نشہ کے متوالوں نے دور چنگیزی کی یاد تازہ کر دی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ کو یکا یک انواری بازار سے واپس ہونے والے اور راستہ چلتے بے خبر مسلمانوں - اور ستر - اسی سال کے بوڑھے مردوں اور تولا پر بلاوجہ حملے ہونے لگے۔ تلیل التعداد مسلمانوں کے مکانوں پر کثیر التعداد ہندوؤں نے چڑھائی کی۔ مسلمانوں کے مکانات لوٹے دوکانیں جلائیں۔ غریب دوکانداروں کو بے خانماں اور بے دانہ و لباس کر دیا۔ ایک مسلمان شہید ہوا۔ ایک موٹر کار جس میں مٹی کا تیل - پٹرول - اور لکڑیاں وغیرہ آتش زنی اور مار پیٹ کا سامان تھا ایک دو ہندوؤں کے پکڑی گئی اور اسی جگہ کے قریب پکڑی گئی جہاں ۴۰۰ فٹ سے زیادہ لمبی بارک مسلمانوں کی دوکانوں سمیت جلائی گئی۔ باوجود اس ذمہ ستم آرائی کے - وہی غریب مضروب و مجروح و معیبت زدہ مسلمان - بلوہ کے مجرم میں پکڑے جا رہے ہیں - شریف مسلمانوں کو جنہوں نے غالباً نیام امن میں جمعہ لیا تھا - اور حملہ آوردوں کو بھی جانے تھے محض بد سحاشوں اور شریروں کے اشاروں پر مکانوں سے بلا بلا کر زبردستی شناخت کرایا جا رہا ہے - ان پر ڈکیتی - یا قتل کے جرم قائم کئے جا رہے ہیں یہ سب کانگریس کی اسی چال کا نتیجہ ہے کہ حکام پولیس میں مسلم عنصر بالکل غائب ہے - ہندو عنصر اگرچہ حکومت کا ملازم ہے مگر اس کا ضمیر کانگریسی ہے - جس کی طاہر مثال نوارٹنگ کی آگ ہے کہ پولیس چوکی کے سامنے - پولیس کی موجودگی میں آگ لگائی جا رہی تھی - اور وہ پولیس کے لئے اس وقت تک تماشہ رہی جب تک تودہ خاک نہ رہ گیا - انگریز حکام آنکھوں سے دیکھتے ہیں - مگر کرتے وہی ہیں جو کانگریسی ذہنیت

رکھنے والے متعصب ماتحت کر سکتے ہیں۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد وہ بھی کبھی تڑپا جا سہنے والا نکلا

کانگریس کا باؤنوال جلاس تری پوری جبیلور کانگریس کے باؤنوال جلاس تری پوری کا غالباً منشاء بھی

یہی تھا کہ چونکہ جبیلور۔ کانگریس کے سخت ترین مظالم کا گہوارہ رہا۔ اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو اپنا مشق ستم بنانے میں ہندو ایک عذک کامیاب رہے۔ اس لئے کانگریس اپنی فح کا ڈھول باؤن ہاتھیوں کے جلوس کے ساتھ جبل پور میں بجائے۔

کانگریس کا پنڈال کیا تھا۔ خاصہ ہندو تاریخ قدیم کا خاکہ تھا تمام مناظر ہما بھارت شیواجی کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ نر بڈا کے کنارے کورو پانڈوں کی راجدھانی ہے مسلمان ہتھے ہوئے تھے کہ یہ اصحاب نیل کی ذریت باؤن ہاتھیوں کے ساتھ چڑھائی کر کے اب نہ معلوم کیا رنگ لائے گی مگر ابرہہ کے لشکر نیلاں کو خانہ کعبہ کے سامنے چھوٹی سی طیر اباہیل سے تہ دبالا کر دینے والے نصیر و عزیز کے بطش شدید نے کانگریس کا پرچم جبیلور میں سرنگوں کر دیا۔ باؤن ہاتھیوں کا جلوس بہا پتی کے بغیر تھا۔ کانگریس کے مہیا ڈکٹیٹر گاندھی جی نہ پدھار سکے وہ دھینگا مشتی اور مارا ماری ہوئی کہ بھاگتے ماستہ نہ ملا۔ اور اسی طرح باؤن ویں سال باؤن ہاتھیوں کے جلوس کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں کانگریس کا دو الائنم گیا اور تری پوری میں آکر کانگریس تری بھری ہو گئی اور اسی سال کانگریسی ظالم وزارت سرنگوں ہوئی۔

آج ہمارا یہ اجتماع عظیم اور مسلم لیگ کانفرنس کا یہ اجلاس ہماری آئندہ فتح مندی۔ کامیابی۔ کامرانی کا انتہائی اجلاس ہے۔ جس کے بعد ہماری امیدیں پوری ارتقا کے ساتھ اپنے منزل مراد تک اڑنا۔ شدت سے پہنچ جائیں گی۔

کانفرنس سے ہمارا مقصد اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر۔ دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں۔ اور اپنے اضلاع صوبہ سی۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔

حضرات۔ عمامہ ملت، آپ نے ہماری داستان غم سنی۔ ہم پر مصیبتوں کا رکارڈ ملاحظہ فرمایا۔

ہمارے ساتھ حکومت کے موجودہ رویہ کو دیکھا۔ ہماری امیدیں آپ حضرات کی مدبرانہ اور مصیب رائے کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور آپ کی ہمدردیاں ہمارے لئے گوئیہ تسلیوں کا باعث ہو سکتی ہیں۔

اور اے حضرات اخوان ملت۔ مسلمان بھائیو۔ آپ لوگ دور دور سے تشریف لائے۔ سردی کی رحمت۔ راستہ کی تکلیف۔ قاص ہمارے فرزندائیں غرور آپ کو محسوس ہوئی ہوگی جن کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اور آپ سے استغنا کرتے ہیں کہ اپنے گذشتہ چند دنوں کے اتحاد کا نتیجہ آپ دیکھیں کہ کل جس مسلم لیگ کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہ تھی۔ آج کانگریس اور برطانیہ دونوں کی نظریں اس کی پالیسی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو سکا کے لئے زیادہ سے زیادہ ممبرین جائیں۔ جن مخلوق۔ دیہاتوں تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو۔ وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاق کیجئے اور بہت جلد بتا دیجئے کہ آپ اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے۔ اور اپنے محترم صدر اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیار ہیں۔

ہماری اقتصادی کمزوری نے ہمیں اغیار کا دست نگر ہونے پر مجبور کیا۔ اگر ہم اپنے تجارت کے لئے دیانت دارانہ قدم بڑھائیں

اقتصادی حالت

تو انشاء اللہ بھوکے نہ رہیں گے۔ ایک معمولی چیز ہے جس پر آپ کا عمل نہیں کہ مذہب کا حکم ہے۔ غیر مسلم کے ہاتھ میں گوشت مسلمان کی نظر سے غائب رہا۔ اگرچہ تھوڑے ہی وقت میں وہ گوشت مسلم کے لئے حرام۔ آج مسلمان کھٹیکوں سے ہی گوشت خریدتے ہیں۔ جو شرعاً ممنوع ہے۔ تو جن چیزوں میں اباحت ہے۔ ان کے متعلق کیا امید کی جاسکتی ہے

آخری کلمہ

ہیں جہاں انتہائی یہ مسرت ہے کہ ہماری کانفرنس بفضلہ تمہارے کامیاب ہے۔ ہمارے محترم و چند رہنمایان سیاست ملیہ اور علمائے کرام نے تکلیف فرما کر رونق افروزی کے ساتھ اپنے پر از مملوبات اور دقیق و وسیع نقطہ ہائے نظر کو پیش فرما کر اپنے افادات ضروریہ سے ہمیں مستفید فرمایا۔ وہاں ہمارے دل اندر اور ہماری ہمتیں قدرے ضعف محسوس کر رہے ہیں کہ ہم اپنے بعض اکابر قوم۔ اور زعمائے ملک سے اپنی کانفرنس کے پتہ ال کے اسٹیج کو خالی دیکھتے ہیں۔ بہر حال ان کی دل دعائیں ہمارے ساتھ ہیں اور ان کی سنی مشکور ہماری

طرت مبذول ہیں۔

آخر میں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر عظیم قاید المسلمین سلطانِ زعماءِ الہند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں ہمت میں عزم و استقلال میں صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوت عطا فرمائے اور ہمیں ان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا۔ ان کے لمحہ عمل کو جامہ عمل پہنانے کی توفیق بخشے۔ بہر حال سر فرزند فرماتے والے زعماء ملت کا ہم دلی شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اور نہ تشریف لانے والوں کے پیغامات پر اپنے دلی تسکین کا اظہار کرتے ہوئے۔ اپنے تمام لیڈران قوم و زعمائے ملت کے لئے دست بدعا ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور ہمیں بھی اس پر انخاد عمل کی توفیق دے۔

اللهم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا وافرنا علی القوم الکفرین
وصلی اللہ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

محمد برہان الحق رضوی غفرلہ

جب پور

یکم جنوری ۱۹۴۰ء

سوانح پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم

روزنامہ "امروز" لاہور کا تبصرہ

تالیف: پروفیسر محمد صدیق _____ ناشر: مکتبہ رضویہ ۲۴ سوڈھیوال کالونی، ملتان۔ ۲۵

مکتبہ رضویہ کے ناظم اعلیٰ جناب ظہور الدین صاحب اس اعتبار سے قابل داد ہیں کہ ان کی نگاہ خرف ریزوں میں دبے اور وقت کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے جواہر پر رہتی ہے۔ نئی نسل نے تو مولوی حاکم علی صاحب علیہ الرحمۃ کا نام نامی سنا بھی نہ ہوگا۔ چہ جائے کہ ان کے سوانح اور علمی و دینی کارناموں سے کچھ آگاہی ہو۔ اس دور زبوں اور ناپرساں میں ظہور الدین صاحب نے برصغیر کی اس بھولی بسری عظیم شخصیت کے سوانح مرتب کرائے اور پروفیسر محمد صدیق صاحب نے جس اعلیٰ درجے کی کاوشوں اور عرق ریزیوں سے یہ علمی فریضہ سر انجام دیا یقیناً اس پر یہ دونوں حضرات دینی اور علمی حلقوں کے ہدیہ تبریک و تحسین کے حقدار ہیں۔ پروفیسر مولوی حاکم علی اپنے دور میں کسی تعارف و تبصرے کے محتاج نہیں تھے اور آج بھی اہل علم انہیں یاد کرتے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا، نئی نسل مولوی صاحب مرحوم و مضور سے قطعی واقف نہیں ہے۔ اس کی آگاہی کے لئے مولوی صاحب کا تعارف کچھ یوں ہوگا کہ وہ ایف۔ سی کالج لاہور میں اسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو، پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے رکن، ایجوکیشن کانسٹیبل پنجاب کے ممبر اور سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے مدتوں رکن رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور نے برصغیر پاک و ہند کے مشرانوں کی سیاسی بیداری میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، ان سب کے عقب میں مولوی حاکم علی مرحوم کی درد مندی، دل سوزی، علمی اور دینی لیاقت بہت روشن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی عظیم شخصیتیں قدرت کسی قوم کو بطور انعام عطا کرتی ہے۔ مولوی صاحب مرحوم کی ان مختلف شعبوں اور دائروں میں ایسی عالی شان خدمات ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو دفتر کے دفتر مرتب کئے جاسکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ کام جو بہت پہلے ہونا چاہیے تھا گردش میل و نہار کی نذر ہو گیا۔ بہر حال پروفیسر محمد صدیق نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور لاہور کے کتب خانے کھنگالے، جہاں جہاں سے انہیں مولوی صاحب مرحوم کے بارے میں مواد ملا، اسے انہوں نے سلیقے سے کتاب کی زینت بنایا۔ اس قدر کاوش کے باوجود مولوی صاحب کے بارے میں بہت سی ضروری باتیں رہ گئیں کہ بد قسمتی سے ہمارے سرکاری و غیر سرکاری کتب خانوں میں پرنے اخبارات، جرائد اور رسائل کی فائلیں محفوظ نہیں رہیں۔ یا یوں کہیے کہ دستہ محفوظ نہیں رکھی گئیں۔ یہ الگ المیہ داستان ہے۔ بہر کیف مولوی حاکم علی جیسی تاریخی شخصیت پر جو کچھ سامنے آیا ہے وہی قیمت جاننا چاہئے۔ توقع ہے آئندہ ایڈیشن میں مزید اضافے ممکن ہوں گے۔ کتاب میں مولوی صاحب کی بعض نادر و نایاب کتابوں کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی فوٹو سٹیٹ نقلیں بھی چھپائی گئی ہیں خصوصاً ترک موالات کے زمانے میں جو ہنگامہ برصغیر کے طول و عرض میں برپا ہوا۔ اس پر مولوی صاحب کے قلم سے ایک نادر و نایاب مضمون بھی مکمل صورت میں شامل کتاب ہے۔ مولوی حاکم علی صاحب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی، اور دونوں حضرات ایک دوسرے کے قدر دان تھے۔ مولوی صاحب کا ہے علمی اور دینی مسائل میں اعلیٰ حضرت سے بذریعہ مراسلت رابطہ رکھتے اور ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ اس مراسلت کے نمونے بھی کتاب میں موجود ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند کے سیاسی، دینی اور قومی معاملات و مسائل میں ان حضرات کا نقطہ نظر کیسا تھا اور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ہندوؤں سے تحریک آزادی یا تحریک خلافت کے معاملات میں کسی قسم کے تعاون کو جائز رکھا جائے یا ان کے تحت کام کیا جائے۔ اس لحاظ سے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہندوستان میں دو قومی نظریے کو جن حضرات نے شد و مد سے پیش کیا اور تحریروں اور اپنے عمل کے ذریعے اسے ثابت بھی فرمایا، ان میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان اور پروفیسر مولوی حاکم علی کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔

صفحہ ۱۴۸، کتابت و طباعت نفیس — عمدہ سفید کاغذ — قیمت: بیس روپے

تبصرہ نگار: مقبول جہانگیر

امروز ہفت روزہ اشاعت
۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء

سوانح پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم

روزنامہ "امروز" لاہور کا تبصرہ

تالیف: پروفیسر محمد صدیق _____ ناشر: مکتبہ رضویہ ۲۴ سوڈھیوال کالونی، ملتان۔ ۲۵

مکتبہ رضویہ کے ناظم اعلیٰ جناب ظہور الدین صاحب اس اعتبار سے قابل داد ہیں کہ ان کی نگاہ خرف ریزوں میں دے اور وقت کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے جواہر پر رہتی ہے۔ نئی نسل نے تو مولوی حاکم علی صاحب علیہ الرحمۃ کا نام نامی سنا بھی نہ ہوگا۔ چہ جائے کہ ان کے سوانح اور علمی و دینی کارناموں سے کچھ آگاہی ہو۔ اس دور زبوں اور ناپرساں میں ظہور الدین صاحب نے برصغیر کی اس بھولی بسری عظیم شخصیت کے سوانح مرتب کرائے اور پروفیسر محمد صدیق صاحب نے جس اعلیٰ درجے کی کاوشوں اور عرق ریزیوں سے یہ علمی فریضہ سر انجام دیا یقیناً اس پر یہ دونوں حضرات دینی اور علمی حلقوں کے ہدیہ تبریک و تحسین کے حقدار ہیں۔ پروفیسر مولوی حاکم علی اپنے دور میں کسی تعارف و تبصرے کے محتاج نہیں تھے اور آج بھی اہل علم انہیں یاد کرتے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا، نئی نسل مولوی صاحب مرحوم و مضور سے قطعی واقف نہیں ہے۔ اس کی آگاہی کے لئے مولوی صاحب کا تعارف کچھ یوں ہوگا کہ وہ ایف۔ سی کالج لاہور میں اسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو، پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے رکن، ایجوکیشن کانسٹیبل پنجاب کے ممبر اور سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے مدتوں رکن رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور نے برصغیر پاک و ہند کے مشرانوں کی سیاسی بیداری میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، ان سب کے عقب میں مولوی حاکم علی مرحوم کی درد مندی، دل سوزی، علمی اور دینی لیاقت بہت روشن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی عظیم شخصیتیں قدرت کسی قوم کو بطور انعام عطا کرتی ہے۔ مولوی صاحب مرحوم کی ان مختلف شعبوں اور دائروں میں ایسی عالی شان خدمات ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو دفتر کے دفتر مرتب کئے جاسکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ کام جو بہت پہلے ہونا چاہیے تھا گردش میل و نہار کی نذر ہو گیا۔ بہر حال پروفیسر محمد صدیق نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور لاہور کے کتب خانے کھنگالے، جہاں جہاں سے انہیں مولوی صاحب مرحوم کے بارے میں مواد ملا، اُسے انہوں نے سلیقے سے کتاب کی زینت بنایا۔ اس قدر کاوش کے باوجود مولوی صاحب کے بارے میں بہت سی ضروری باتیں رہ گئیں کہ بد قسمتی سے ہمارے سرکاری و غیر سرکاری کتب خانوں میں پرنے اخبارات، جرائد اور رسائل کی فائلیں محفوظ نہیں رہیں۔ یا یوں کہیے کہ دستہ محفوظ نہیں رکھی گئیں۔ یہ الگ المیہ داستان ہے۔ بہر کیف مولوی حاکم علی جیسی تاریخی شخصیت پر جو کچھ سامنے آیا ہے وہی قیمت جاننا چاہئے۔ توقع ہے آئندہ ایڈیشن میں مزید اضافے ممکن ہوں گے۔ کتاب میں مولوی صاحب کی بعض نادر و نایاب کتابوں کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی فوٹو سٹیٹ نقلیں بھی چھپائی گئی ہیں خصوصاً ترک موالات کے زمانے میں جو ہنگامہ برصغیر کے طول و عرض میں برپا ہوا۔ اس پر مولوی صاحب کے قلم سے ایک نادر و نایاب مضمون بھی مکمل صورت میں شامل کتاب ہے۔ مولوی حاکم علی صاحب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی، اور دونوں حضرات ایک دوسرے کے قدر دان تھے۔ مولوی صاحب کا ہے علمی اور دینی مسائل میں اعلیٰ حضرت سے بذریعہ مراسلت رابطہ رکھتے اور ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ اس مراسلت کے نمونے بھی کتاب میں موجود ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند کے سیاسی، دینی اور قومی معاملات و مسائل میں ان حضرات کا نقطہ نظر کیسا تھا اور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ہندوؤں سے تحریک آزادی یا تحریک خلافت کے معاملات میں کسی قسم کے تعاون کو جائز رکھا جائے یا ان کے تحت کام کیا جائے۔ اس لحاظ سے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہندوستان میں دو قومی نظریے کو جن حضرات نے شد و مد سے پیش کیا اور تحریروں اور اپنے عمل کے ذریعے اسے ثابت بھی فرمایا، ان میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان اور پروفیسر مولوی حاکم علی کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔

صفحہ ۱۶۸، کتابت و طباعت نفیس — عمدہ سفید کاغذ — قیمت: بیس روپے

تبصرہ نگار: مقبول جہانگیر

امروز ہفت روزہ اشاعت
۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء